Research Journal
Tahqeeqat

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

احمد عقیل روبی کے ناولوں میں سیاسی و مذہبی شعور

The Political and Religious Awareness in the Novels of Ahmad Aqeel Rubi

Dr. Syed Tahir Ali Shah
Assistant Professor/HoD,
Department of Urdu, Northern University, Nowshera
Dr. Nazar Abid
Assistant Professor, Department of Urdu,
Northern University, Nowshera

ڈاکٹر سید طاہر علی شاہ
اسسٹنٹ پروفیسر/صدر شعبہ اردو، نادرن یونیورسٹی، نوشہرہ
ڈاکٹر نذر عابد
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، نادرن یونیورسٹی، نوشہرہ

Abstract

Ahmad Aqeel Rubi is a well-known Urdu Writer. He has worked as Fiction writer and also as sketch writer. He has written the pen pictures of various famous writers like Mumtaz Mufti and Qateel Shifai. In these personal sketches, he has portrayed the inner traits of their personalities in a beautiful and interesting literary style. He has also written a number of Urdu short stories on different social and political topics. He has also written some novels and novelette such as 'Adhi Sadi Ka Khawb', 'Banjar Daria', 'Chothi Duniya' and 'Fahyan' etc. His novels and short stories deal with socio political issues of the society. He also covers the international political issues in particular scenario of South Asia and Sub Continent while keeping in view the particular political, social and religious circumstances of his own beloved country, Pakistan. He used various symbols and metaphors while presenting his sociopolitical thoughts in his stories. He has presented all such thoughts through such kinds of characters who belong to the surroundings of his own society. All these characters have been portrayed in a quite artistic style by Ahmad Aqeel Rubi in his novels. A special trend is found in his novels about the presentation of different religious and political aspects in symbolic style. In this article, the authors have explored such aspects in his different novels. These religious and political elements have been analyzed in this article in critical manners while quoting relevant portions of original text from his novels and novelette.

Keywords: *Political awareness, religious awareness, Politics, Religion, Partition of India, Imperialism, Islam, Budhisim, Migration, Riots.*

کلیدی الفاظ: سیاسی شعور، مذہبی شعور، سیاست، مذہب، تقسیم ہند، سامراج، اسلام، بدھ مت، ہجرت، فسادات

کسی خطے کے سماجی، تہذیبی، معاشی اور معاشرتی عوامل پر سیاست اور مذہب کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ سیاست اور مذہب زندگی کے اہم اجزا ہیں اور ادب زندگی کا ترجمان ہوتا ہے۔ سیاست اور مذہب کا ادب سے گہرا اور پرانا تعلق ہے۔ ایک ادیب سماج کا حساس ترین فرد اور زندگی کا نقیب ہوتا ہے اس لیے لامحالہ قومی و بین الاقوامی سیاسی عناصر اور مذہبی نظریات و رجحانات اس کی تحریروں کا حصہ بنتے ہیں۔ گویا اس کی تحریروں میں سیاسی و مذہبی شعور کارفرما ہوتا ہے۔ احمد عقیل روبی (۱۹۴۰۔۲۰۱۴) اردو کے ایک ایسے ناول نگار ہیں جنھوں نے متحدہ ہندوستان کی گود میں آنکھ کھولی۔ ابھی وہ شعور کی منزل میں ٹھیک سے قدم بھی نہیں رکھ پائے تھے کہ تقسیمِ ہند کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ شعور کی منزلیں طے کیں تو ناول "آدھی صدی کا خواب" کی صورت میں بیان کرتے ہیں کہ جب مسلم لیگ اور کانگریس کے رہنماؤں کی انگریز سرکار سے ملاقاتیں بڑھنے لگیں تو "زمیندار" اور "پرتاب" کے توسط سے اس کا شور ارجن پور کی چوپال میں بھی سنائی دینے لگا۔ جب ماسٹر چرنجی لال غلام رسول سے کہتا ہے کہ صدیوں سے بنے اس گھر کے دو حصے کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ تو چوپال میں موجود منشی خان اس سے کہتا ہے:

> "چرنجی لال، تو بھائی کے ساتھ مل جل کر نہیں رہ سکتا، عدالت میں تو نے یہی بیان دیا تھا کہ میرے بھائی کی عادت مجھ سے ملتی جلتی نہیں۔ اس نے گوشت کھانا شروع کر دیا ہے جس سے اس کا دھرم بھرشٹ ہو گیا ہے۔ تو نے آنگن میں دیوار کر لی۔"(۱)

اس پر چرنجی لال تو کھسیانا ہو جاتا ہے مگر پر میشر سنگھ ہنس کر کہتا ہے کہ میں تو رہ سکتا ہوں:

"تو رہ سکتا ہے اگر چرنجی لال نے تیرے کانوں میں پھونک نہ ماردی۔"(۲)

اور پھر چرنجی لال نے اس کے کان میں پھونک ماردی:

"جانتے ہوں تمہارے گرو گوبند سنگھ اور اس کے بچوں پر ظلم و ستم کس نے کیا تھا؟ مغلوں نے۔"(۳)

یہ اسی پھونک کا اثر تھا کہ پر میشر سنگھ شراب کے نشے میں دھت اپنے بچپن کے دوست منشی خان کے سینے پر بندوق کی نالی رکھ کر کہتا ہے:

"مرنے کے لیے تیار ہو جا منشی۔"(۴)

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد مغلیہ سلطنت کی زوال آمادگی اپنے منطقی انجام سے دوچار ہو گئی اور برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں سامراجی نظام مسلّط ہو گیا۔ اس سامراجی نظام کی آمد کو احمد عقیل روبی اپنے ایک ناولٹ میں تمثیل کے پردے میں یوں بیان کرتے ہیں:

"سفید بادشاہوں کا ایک گروہ تاجر بن کر اس جزیرے کے ساحل پر ۱۵۰ سال پہلے اترا تھا۔"(۵)

وہ سامراجی نظام کے ظلم و استبداد کے خلاف لڑنے اور بغاوت کرنے والے دھرتی کے بہادر سپوتوں کو "گوگیہ" کے کردار کے توسط سے سامنے لاتے ہیں۔ گوگیہ کو توہین مذہب کے جھوٹے الزام میں موت کی سزا دی جاتی ہے۔ بظاہر گوگیہ کی موت کے بعد بغاوت کا خطرہ ٹل جاتا ہے اور جزیرے میں مکمل سکوت ہوتا ہے مگر سفید بادشاہ اور اس کے حواری خوب جانتے ہیں کہ یہ سکوت عارضی ہے۔ کماچی کے محکوم باشندے زیادہ دیر تک خاموش نہیں رہیں گے۔ بس انہیں ایک چنگاری دکھانے کی دیر ہے اور یہ چنگاری گوگیہ کا بیٹا "منگو" ہے۔ اب اگر کمسن بچے منگو اور اس کی ماں ریشمی کو بھی مارا جاتا ہے تو عوامی بغاوت کے سیلاب کو روکنا مشکل ہو جائے گا اس لیے اقتدار کے ایوانوں میں یہ تجویز قرار پاتی ہے:

"ریشمی کا بچہ زندہ رہے گا۔ اسے کوئی اذیت نہیں دی جائے گی۔ جب وہ بڑا ہو گا تو ہم اسے سفید بادشاہ کے دربار میں ایک نشست دلائیں گے۔۔۔ دربار کے آداب اس کے اندر چھپا گوگیہ کا سارا وقار، حق گوئی اور آزادی کا جذبہ مٹی میں ملا دیں گے اور جزیرے کے باسی خوش ہوں گے کہ ہماری حکومت نے ایک باغی گوگیہ کے بیٹے کو کتنی عزت اور کتنا اعزاز دیا ہے اور ہم بدن پر اعزاز کی فرغل سجا کر اس کی روح کو کفن پہنا دیں گے۔"(۶)

تقسیمِ ہند برصغیر کی سیاسی تاریخ کا سب سے اہم اور بڑا واقعہ ہے۔ اس واقعے کے بطن سے فسادات اور پھر ہجرت کی صورت میں ایک عظیم انسانی المیہ رونما ہوا۔ لاکھوں، کروڑوں لوگ اس سے متاثر ہوئے۔ انسان دوستی کے بلند بانگ دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اعلیٰ اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل گیا۔ ہر دل زخم خوردہ اور ہر آنکھ اشک بار تھی۔ مرنے والے بھی اپنے تھے اور مارنے والے بھی۔ جس سنگدلی کا مظاہرہ تقسیم کے وقت کیا گیا، برصغیر کی تاریخ میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ ادیبوں کو اس بربریت سے صرفِ نگاہ کرنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ اس لیے اختر حسین رائے پوری کو ادیبوں سے باقاعدہ اپیل کرنی پڑی:

"تاریخ کی اس کٹھن منزل میں ہمیں اپنا توازن برقرار رکھنا ہے۔ ہمیں ادب اور انسانیت دونوں سے انصاف برتنا ہے۔ فسادات ہوتے ہیں اور ان کے ذمہ دار وہ انسان ہیں جو سکھ، ہندو یا مسلمان کے بہروپ میں نظر آتے ہیں۔ یہ اپنے مذہب یا انسانیت کے لیے باعثِ ننگ ہیں۔ تاہم ہم مجاز نہیں کہ پوری قوم کو موردِ الزام قرار دے کر تاریخ کی سولی پر چڑھا دیں۔"(۷)

اسی توازن کے تقاضوں کو نبھاتے ہوئے احمد عقیل روبی رنگ، نسل، زبان اور مذہب سے بالاتر ہو کر بطور ایک ادیب فسادات کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

"ہندو مسلم فسادات کا آتش فشاں پھٹا تو برِ صغیر میں چاروں طرف دھواں پھیل گیا۔ اس دھوئیں میں صدیوں سے اکٹھے رہنے والے لوگ ایک دوسرے کی پہچان بھول گئے اور قتل وغارت پر اتر آئے۔ جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں تھے۔ ہندو سکھ مسلمانوں کے ہاتھوں شکار ہو گئے۔ جہاں ہندوؤں اور سکھوں کی تعداد زیادہ تھی، وہاں مسلمانوں کو دھرم کے نام پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔"(۸)

دھرم یا مذہب کے نام پر مذموم سیاسی مقاصد کا حصول کوئی نئی بات نہیں۔ دنیا کی معلوم تاریخ میں یہ طریقہ واردات کئی بار دہرایا گیا ہے اور یہ سلسلہ پورے زور و شور سے اب بھی جاری ہے۔ احمد عقیل روبی "جنگل کتھا" میں اس طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

"لکھنے والے نے کتنی مہارت سے چھال پر مقدس احکامات لکھے ہیں۔۔۔ اب تم بھی مہارت دکھاؤ۔ اسے آگ لگا کر گوگیہ کے گھر پھینک دو۔۔۔ جانتے ہو مقدس کتاب کی بے حرمتی کرنے کی سزا کیا ہے۔۔۔ پھانسی۔"(۹)

احمد عقیل روبی کے خیال میں بادشاہ، جرنیل اور نام نہاد مذہبی پیشواؤں پر مشتمل تثلیث جب بھی وجود میں آتی ہے، گھٹن زدہ سماج میں حریت، بغاوت اور آزادی کی آوازوں کو دبانے کے لیے ہر حربہ استعمال ہوتا ہے۔ احمد عقیل روبی کے ناولوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ لوگ باشعور تھے جنھوں نے برصغیر کے سیاسی مستقبل کا بروقت ادراک کیا:

"چند باشعور لوگوں نے مل بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ اب ایک تھالی میں کھانا ممکن نہیں رہا۔"(۱۰)

مگر دوسری جانب:

"بدیسی ساہوکار۔۔۔ جاتے جاتے قول میں ایسی ڈنڈی مار گیا جو برسوں سے دائیں اور بائیں گاؤں والوں کے درمیان فساد کی جڑ بنی ہوئی ہے اور وہ ہے سیبوں کے باغ کا جھگڑا۔"(۱۱)

انگریزوں نے جاتے جاتے جان بوجھ کر پاکستان اور ہندوستان کو ایک ایسے مسئلے میں الجھا دیا جس کی وجہ سے اب تک ان کے مابین تین بڑی جنگیں اور سینکڑوں جھڑپیں ہو چکی ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان ایٹمی ہتھیاروں اور میزائل ٹیکنالوجی میں برتری کی دوڑ گزشتہ کئی دہائیوں سے جاری ہے اور دونوں ہی تباہ کن ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہو چکے ہیں۔ پورا برصغیر بارود کا ڈھیر بن چکا ہے۔ جب تک کشمیر کا مسئلہ کشمیریوں کی خواہشات کے مطابق حل نہیں ہوتا، برصغیر کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کا امن خطرے سے دوچار رہے گا۔ پاکستان جب اور جہاں مسئلہ کشمیر کے پر امن حل کی بات کرتا ہے ہندوستان وہاں اپنی روایتی ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی پر مبنی موقف دہراتا ہے:

"کسی دن بیٹھ کر سیبوں کے باغ کا فیصلہ بھی کر لے۔ وہاں کے حالات ٹھیک نہیں۔
۔۔۔ اس باغ سے تیرا کیا تعلق
ان لوگوں کا تو ہے جو وہاں رہ رہے ہیں۔۔۔
میں جانوں اور وہ جانیں۔ تو کون ہوتا ہے دخل دینے والا۔"(۱۲)

مسئلہ کشمیر پر اقوامِ متحدہ اور اس کے کرتا دھرتا امریکہ کی مجرمانہ خاموشی اور خود کشمیری عوام کی بے بسی کو احمد عقیل روبی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"باغ میں بیٹھے بے بس لوگ اپنے مقدر کا فیصلہ سننے کے لیے بے تاب ہیں۔ وہ ہر روز سینہ پیٹ پیٹ کر کہتے ہیں، ہماری بھی سنو۔ کوئی سنتا ہی نہیں۔ دائیں طرف والے کئی بار بڑے گاؤں کے پردھان کے پاس فریاد لے کر گئے ہیں جو دریا کنارے آباد پچاس گاؤں کا ثالثی ہے مگر وہ ہر بار یہی کہتا ہے۔ "اچھا سوچتے ہیں"۔ اس کی اس بات کو سنتے سنتے دائیں گاؤں والوں کے کان پک گئے ہیں۔"(۱۳)

عالمی سیاسی منظرنامے میں امریکی کردار کا جائزہ لیا جائے تو یہ سامراجیت کی جدید شکل ہے جو ہمیشہ سے کوشش کرتا آرہا ہے کہ تیسری دنیا کے غریب اور ترقی پذیر ممالک کو اپنے قرضہ جاتی جال اور سود در سود کے نظام میں الجھائے رکھے تاکہ ان ممالک کی معیشت کا کنٹرول اس کے ہاتھ میں رہے:

"منڈیوں میں اس کی اجارہ داری ہے۔ فصلوں کے بیج ادھار دیتا ہے۔ کنواں کھودنے کے اوزار اس کے پاس ہیں۔ جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے۔ لڑائی جھگڑے میں فیصلہ وہ کرتا ہے۔ لین دین میں اس کی گواہی اور مشورہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ سارے گاؤں کے مکھیا اس کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں۔۔۔۔ اس سے قرض لیتے ہیں اور وہ ان سے منہ مانگا سود وصول کرتا ہے اور پھر شرط بھی لگاتا ہے کہ جو کچھ خریدنا ہے میرے گاؤں کی دکانوں سے خریدو۔ اس طرح اس کی دی ہوئی رقم اسی کے گاؤں میں رہ جاتی ہے۔"(۱۴)

ہندوستان ۱۹۷۴ء میں ایٹمی دھماکے کرتا ہے اور یہی وہ وقت ہے جب پاکستان یہ بات اچھی طرح سمجھ جاتا ہے کہ روایتی ہتھیاروں کے سہارے اپنے سے کئی گنا بڑے اور طاقتور دشمن کے سامنے اپنی سالمیت برقرار رکھنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ یوں پاکستان ایٹمی صلاحیت کے حصول کے لیے کوششیں شروع کر دیتا ہے۔ امریکہ کا دوغلا پن دیکھیے کہ ہندوستان کو ایٹمی دھماکے کرنے پر سرزنش تک نہیں کرتا مگر پاکستان کی خفیہ جاسوسی شروع کر دیتا ہے۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام عالمی طاقتوں خاص طور پر امریکہ، اسرائیل اور ہندوستان کی آنکھوں میں شروع دن سے کھٹک رہا ہے:

"دائیں گاؤں کی جنوبی پہاڑیوں میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ بات بڑے گاؤں کے بڑے مکھیا کے لیے ایک ایسا خواب بن گئی تھی جو سونے والے کو ڈراتا نہیں پریشان کر دیتا ہے۔"(۱۵)

ہندوستان ۱۹۹۸ء میں ایک بار پھر جارحیت کا ارتکاب کرکے ایک ساتھ تین ایٹمی دھماکے کرتا ہے مگر امریکہ ایک بار پھر ہندوستان سے بازپرس کرنے کی بجائے دھونس، دھمکی اور لالچ کے ذریعے پاکستان کو جوابی ایٹمی دھماکوں سے روکنے کی کوشش کرتا ہے:

"جو وہ کہے گا کریں گے۔ جو مانگے گا، دیں گے۔ جو مال اس نے ادھار پر اٹھایا ہے وہ قرضہ بھی معاف کر دیں گے۔"(۱۶)

ایک طرف ان دھماکوں کے ساتھ ہی ہندوستان میں ہر سطح پر پاکستان کے لیے دھمکی آمیز لہجوں کے استعمال کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دوسری جانب امریکہ اور بین الاقوامی برادری کی سرتوڑ کوششیں تھیں کہ کسی طرح پاکستان کو جوابی ایٹمی دھماکوں سے روکا جائے۔ پاکستان اس وقت تک مبینہ ایٹمی قوت حاصل کر چکا تھا مگر کبھی اس کا باضابطہ اعلان نہیں کیا تھا۔ امریکہ یہ بات خوب جانتا تھا اس لیے ایک بار پھر اس نے امداد دینے کی لالچ اور بین الاقوامی پابندیوں کی دھمکی دی مگر پاکستان کا جواب تھا:

"بڑے مکھیا سے کہہ دینا کہ بات اب لین دین اور مدد سے بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ اب وہی ہوگا جو میرے گاؤں والے چاہتے ہیں۔"(۱۷)

چنانچہ پاکستان نے تمام تر بین الاقوامی دباؤ کے باوجود ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو چاغی کے مقام پر پانچ کامیاب ایٹمی دھماکے کر کے خود کو ناقابلِ تسخیر ایٹمی قوت کے طور پر منوا لیا۔

۱۹۴۷ء سے لے کر موجودہ دور تک پاکستان کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہاں آدھے سے زیادہ دور مطلق العنان حکمرانوں اور آمروں کے زیرِ تسلط رہا ہے۔ یہاں ہر آمر نے اپنے ناجائز اقتدار کو طول دینے کے لیے آئین مسخ کیا، بنیادی شہری حقوق معطل کیے، تحریر و تقریر کے آزادانہ اظہار پر پابندیاں لگائیں اور اپنے سیاسی مخالفین اور عوام کی زبان بندی کے لیے ہر حربہ آزمایا۔ اس طریقِ حکومت کو احمد عقیل روبی ایک جگہ یوں بیان کرتے ہیں:

"فریاد، درد بھری آوازوں اور چیخوں پر اتنی توجہ نہ دیا کرو۔ دیر تک حکومت کرنے کا یہی ایک گر ہے۔"(۱۸)

آمریت کی ایک طویل اور تاریک دور کو احمد عقیل روبی ایک سطر میں یوں بیان کرتے ہیں:

"زورا کی پھانسی کے بعد دائیں گاؤں میں ایک طویل عرصہ تک سوچنا معطل رہا۔"(۱۹)

آمریت اور جمہوریت کی بات کی جائے تو احمد عقیل روبی ملک کی بقا اور خوشحالی کے لیے صرف اور صرف جمہوریت کو بہتر سمجھتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں جمہوریت کو پنپنے کے مواقع بہت کم ملے ہیں اور جو مواقع ملے ہیں، ان سے سیاستدان خاطر خواہ فائدہ اٹھانے اور ملک کو مضبوط جمہوری بنیادوں پر استوار کرنے میں ناکام رہے ہیں:

"یہ مکھیا جب ریڑھے کے ایک حادثے میں مارا گیا تو گاؤں والے ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ نہ خزانے میں پیسہ باقی رہا نہ دلوں میں محبت۔ جو بچا تھا وہ مکھیا کے روپ میں آنے والے لے کر رفوچکر ہوئے۔"(۲۰)

اس کے باجود احمد عقیل روبی جمہوریت کے ساتھ ہیں۔ جمہوریت کا یہ سفر کٹھن اور آہستہ رو سہی مگر وہ جانتے ہیں کہ جمہوریت ہی ہمارے تمام سیاسی مسائل کا حل ہے:

"ویسے بی بی پاکستان میں حکومتیں بہت جلدی جلدی بدلتیں ہیں۔۔۔
تو اچھی بات ہے۔ سب پارٹیوں کو ملک کی خدمت کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ بی بی نے کہا
تو یہ کیا بات ہوئی، پارٹی آئے، خزانہ خالی کرے اور چلی جائے، دوسری پارٹی آئے وہ بھی لوٹ مار شروع کر دے۔۔۔
دودھ بلونے سے ہی مکھن نکلتا ہے۔۔۔ پارٹیاں آئیں گی۔ عوام اپنے ووٹوں سے پارٹیوں کو دودھ کی طرح بلوتے رہیں گے۔ ایک نہ ایک دن کوئی اچھی پارٹی خالص مکھن کی طرح سامنے آ جائے گی۔"(۲۱)

احمد عقیل روبی کے ناولوں میں پاکستان کی تاریخ میں پیش آنے والے مختلف سیاسی واقعات کو علامتی انداز میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام اور دیگر مذاہب کے مختلف عناصر کو اساطیری و علامتی اسلوب میں پیش کرنے کا رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو مذہبی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ ۱۹۴۷ء میں ہزاروں لاکھوں لوگوں نے صرف دین کی خاطر ہجرت کے جس المیے کو بخوشی گلے لگایا اس کی توجیہ احمد عقیل روبی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"ہجرت سنتِ رسول ﷺ ہے ہم دین کے لیے اپنے گھر چھوڑ کر دوسری دنیا بسانے جا رہے ہیں اور انشاء اللہ بسائیں گے۔ آدمؑ کو جنت چھوڑنا پڑی، ہمارے رسول ﷺ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ ہم اپنا شہر چھوڑ کر پاکستان جا رہے ہیں۔"(۲۲)

احمد عقیل روبی مذہبی رواداری کے داعی تھے۔ ان کے ناولوں میں جابجا ایسے واقعات ملتے ہیں جو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے حکم "لکم دین کم ولِیَ دین" کی تفسیر ہیں:

"دیکھو کامنی! اگر تم چاہو تو پون پتر ہنومان کی مورتی پوجا کے لیے اپنے پاس رکھ لو۔

کامنی حیران نظروں سے بی بی کو دیکھنے لگی۔ بی بی نے اس کی حیرانی کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا۔

حیران ہونے کی ضرورت نہیں، ہمارا دین کسی دوسرے دین یا مذہب کو برا نہیں سمجھتا، نہ زبردستی کرتا ہے۔"(۲۳)

مذہبی رواداری اور باہمی احترام کی یہ مثال دیکھیے:

"سریندر کو بی بی کے ساتھ پر فقیروں کے مزاروں پر جاکر نذر نیاز دیتی تھی اور بی بی سریندر کور کے ساتھ گردواروں اور مندروں میں جاکر دعا مانگتی تھی۔"(۲۴)

احمد عقیل روبی مذہبی بنیادوں پر سماجی یا معاشرتی تفریق کے قائل نہیں ہیں:

"اس کنوئیں سے عام طور پر مسلمان پانی لیتے تھے لیکن ہندو، سکھوں کو بھی کوئی ممانعت نہ تھی۔ اقبال سنگھ اور رام سنگھ تو دھڑلے سے کہتے تھے کہ مسلمانوں کے کنوئیں کا پانی بہت میٹھا ہے۔"(۲۵)

مذہبی نقطۂ نظر سے دعا کو عبادت کا مغز کہا جاتا ہے۔ احمد عقیل روبی کے ناولوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انھیں دعا کی تاثیر پر بہت یقین تھا۔ ناول "چوتھی دنیا" میں روئے زمین پر ایسی تباہی پھیل جاتی ہے کہ تمام انسان چشم زدن میں فنا ہو جاتے ہیں۔ صرف ایک انسان زندہ بچ جاتا ہے:

"میری ماں حج پر گئی تھی۔ کہتی تھی کہ اس نے میرے لیے دعا مانگی تھی کہ میں قیامت تک زندہ رہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس کی دعا قبول ہو گئی ہے ورنہ میرے بچنے کی اور کوئی وجہ نہیں۔"(۲۶)

عام طور پر روایتی مذہبی لوگ اندھی تقلید کے سبب جدید دور کے سائنسی ایجادات اور آلات کا ساتھ دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اس لیے نصیبن مولوی صاحب سے درخواست کرتی ہیں:

"آپ تو اللہ کے بہت قریب ہیں مولوی صاحب۔ آپ ہی دعا کریں یہ اللہ ماری بلا سر سے ٹلے۔

کون سی بلا۔ مولوی صاحب نے حلوہ دیگچی سے پلیٹ میں ڈال کر کہا۔

یہ چتن سنگھ کی گانے والی مشین۔

اچھا اچھا! یہ سب قیامت کی نشانیاں ہیں بہن نصیبن، آج اس گاؤں میں یہ مشین آئی ہے کل عذاب آئے گا۔"(۲۷)

احمد عقیل روبی اپنے ناولوں میں مذہبی روایات کے تحت کچھ ایسے واقعات بھی بیان کرتے ہیں جن کو سائنسی نقطۂ نظر سے قبول کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس طرح کی روایتیں اور کہانیاں ہر دور اور ہر مذہب کے ماننے والوں میں یکساں مقبول رہی ہیں۔ جیسے بدھ مت کے ماننے والوں کے ایک عقیدے کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"جب صبح سورج طلوع ہوتا ہے تو ناستکوں کے مندر کا سایہ بدھ کے مندر پر نہیں پڑتا جو مغرب کی طرف ہے۔۔۔ لیکن جب سورج مغرب میں غروب ہوتا ہے تو بدھ کے مندر کا سایہ ناستکوں کے مندر پر پڑتا ہے۔"(۲۸)

احمد عقیل روبی کے ناولوں میں اس طرح کے مابعد الطبعیات اور اساطیری عناصر جابجا ملتے ہیں۔ ایک ادیب اور ناول نگار کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ سیاست اور مذہب کے مسائل سے عہدہ بر آ ہونے کی کوشش میں اپنے گرد و پیش کی زندگی پر تنقیدی نظر ڈالے۔ البتہ یہ تنقید ایک تو کرداروں کے عمل سے ظاہر ہونی چاہیے اور دوسرے اس میں اتنی صداقت ہونی چاہیے کہ پڑھنے والا غیر شعوری طور پر اس پر، اس کی بات پر اور اس کے تنقیدی نقطۂ نظر پر یقین کر لے۔

احمد عقیل روبی نے اپنے ناولوں میں ہندوستانی خطے کے لوگوں کے مذہب سے لاعلمی، جہالت، ضعیف الاعتقادی اور اندھی تقلید کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ایسے لوگوں کا دینی علم محض درگاہوں پر حاضری دینے اور قبروں پر ماتھا ٹیکنے تک محدود ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک مقدس مذہبی کتابیں صرف تلاوت کرنے، آیتوں پر انگلیاں پھیرنے یا اس پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ ایسے توہم پرستوں کی ساری زندگی درگاہوں، مزاروں، پیروں فقیروں اور قبروں پر منتیں مانگتے ہوئے گزر جاتی ہے مگر ان کو کبھی اللہ سے براہ راست مانگنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ یہ لوگ اللہ سے براہ راست مانگنے کی بجائے پیروں، فقیروں اور قبروں کو وسیلہ بناتے ہیں:

"اللہ دتہ نے پھر مزار کا طواف کیا اور مزار کے سرہانے رک کر کہنے لگا۔ تیرے وسیلے سے ایک بچہ ہی تو مانگا ہے رحمت علی نے، دلا دے اللہ سے، جواریوں اور نشہ بازوں کی دعا تو فوراً پہنچا دیتا ہے اس کی دعا بھی پہنچا دے۔"(۲۹)

ایسے مزاروں پر جہاں ایک طرف توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے، وہاں دوسری طرف شہر بھر کے غنڈوں، موالیوں، کام چوروں اور نشے کے عادی افراد کا بھی مستقل ٹھکانہ ہوتا ہے:

"نیاز شاہ ولی کا مزار تمام شہر کے بے کار، نشے باز، کام چور اور عادی مجرموں کا ڈیرا تھا۔ درختوں کے جھنڈ میں ایک چھوٹی سی کٹیا میں مزار کا مجاور رہتا تھا۔ لمبی لمبی زلفیں، ہر وقت سرمے سے اٹی پلکیں، بھنگ کا رسیا، انگلیوں میں چاندی کی انگوٹھیاں جن میں بھانت بھانت کے پتھر جڑے ہوتے تھے۔ اس کے پاس ہمہ وقت عادی نشے باز بیٹھے رہتے تھے اور کونڈی سوٹے کا راگ بجتا تھا۔"(۳۰)

دنیا میں سادہ لوح لوگوں کو سب سے زیادہ مذہب کے نام پر لوٹا اور بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ احمد عقیل روبی مذہب اور تصوف کے نام پر سادہ لوح لوگوں کو لوٹنے والے اور پیشہ ور مذہبی پیشواؤں کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سنکورا نے تمام جزیرے کے بندروں کو یہ گولیاں کھلا کھلا کر بھنگ کا عادی بنا دیا ہے۔ صبح و شام بندروں کا ہجوم عبادت گاہ کے دروازے پر جاتا ہے اور گولیوں کے لیے سنکورا کے سامنے ناک رگڑتا ہے۔۔۔ سنکورا نے سارے جزیرے کو نشے کا عادی بنا دیا ہے اور خود روحانی پیشوا بن کر مقدس استھان پر بیٹھا ہے۔"(۳۱)

یہاں بھنگ کی گولیوں سے مراد دم درود، جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے ہیں جن کے ذریعے نام نہاد مذہبی پیشوا سادہ لوح معتقدین کو نہ صرف اپنے جال میں پھانستے ہیں بلکہ رفتہ رفتہ انہیں بے عملی اور غفلت کے ایسے گھپ اندھیروں میں دھکیل دیتے ہیں کہ ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں اور پھر وہ اپنے ذہنی، نفسیاتی، معاشی حتیٰ کہ ازدواجی معاملات اور مسائل کے حل کے لیے بھی ان جعلی پیروں فقیروں پر انحصار کرنے لگتے ہیں:

"اللہ دتہ نے بی بی کو مشورہ دیا کہ کبوتروں اور چڑیوں کو دانہ ڈالے۔ بی بی نے خلوصِ دل سے یہ کام شروع کیا وہ صبح سویرے اٹھتی اور چھت پر باجرا بکھیر دیتی۔۔۔ اور آخر ایک رات رحمت علی کے سامنے کھانا رکھتے ہوئے بی بی نے ذرا شرما کر رحمت علی کو بتلایا کہ وہ باپ بننے والا ہے۔"(۳۲)

احمد عقیل روبی بظاہر مذہبی لبادہ اوڑھے اور مذہب کو بطورِ کاروبار استعمال کرنے والے دوغلے اور منافق لوگوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"میرا مالک ایک دیہاتی مذہبی آدمی تھا۔۔۔وہ مجھ پر مذہبی کتابوں کا بوجھ لاد کر گاؤں گاؤں بیچتا تھا۔۔۔وہ منافق تھا۔ کتابیں ادھار بیچتا تھا اور کتاب کی اصل قیمت پر سود لیتا تھا۔ اتنا عرصہ مذہبی کتابوں کا دھندا کیا مگر مجال ہے کبھی مذہب کے بارے میں ایک لفظ پڑھا ہو۔"(۳۳)

جہاں ایک طرف نام نہاد، جعلی مذہبی پیشوا تقدس کے اونچے استھان پر قبضہ جما کر بیٹھ جاتے ہیں تو دوسری جانب "بھیرو" جیسے سچے مذہبی اور روحانی کردار کو صرف اس جرم میں قید وبند اور ملک بدری کے عذاب سے گزرنا پڑتا ہے کہ وہ لوگوں کو مذہب کا سچا روپ دکھاتا ہے اور انہیں حق وباطل میں تمیز کرنے اور حق اور سچ کا ساتھ دینے کی تلقین کرتا ہے۔ حق اور سچ کا راستہ ہمیشہ سے مشکل رہا ہے۔

کشف اور خواب کو وحی کا حصہ کہا جاتا ہے۔ خوابوں کے اپنے اسرار ہوتے ہیں۔ چونکہ احمد عقیل روبی ایک داستان گو ہے اس لیے خوابوں کے سلسلے ان کی ناول نگاری کا ایک اہم حصہ ہے جس کے ذریعے وہ اپنے ناولوں میں ڈرامائیت، تجسس اور پر اسرار کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ "آدھی صدی کا خواب" بنیادی طور پر ایک سوانحی ناول ہے۔ اس ناول کے مطابق نیاز شاہ ولی سلسلہ چشتیہ کے ایک پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ ان کا مزار مہاراجہ بھوپندر سنگھ کے محل کی دیوار کے بالکل ساتھ تھا۔ جب مہاراجہ نے محل کی تعمیر کا حکم دیا تو اسے بتایا گیا کہ دیوار کی تعمیر میں نیاز شاہ ولی کا مزار رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ قریب تھا کہ مہاراجہ مزار کے ایک حصے کو ہٹا کر دیوار کی تعمیر کا حکم جاری کرتا مگر ایسا نہ ہو سکا۔

"جب بادشاہ نے محل بنانے کا ارادہ کیا تو نیاز شاہ ولی اسے خواب میں نظر آئے اور کہا" بھوپندر سنگھ، فقیروں کو تنگ نہ کر، جا دور چلا جا۔"(۳۴)

اسی ناول کا مرکزی کردار "بی بی" دن رات اولاد کے لیے اللہ کے حضور گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعا مانگتی ہے۔ وہ ان پڑھ ہے مگر ہر وقت قرآن کریم سامنے رکھ کر آیتوں پر انگلیاں پھیرتی اور بسم اللہ کا ورد کرتی رہتی ہے۔ ایک دن ورد کرتے کرتے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ایسی لڑی جاری ہوتی ہے کہ قرآن کے ورق گیلے ہو جاتے ہیں اور پھر وہ اسی حالت میں سو جاتی ہے اور ایک خواب دیکھتی ہے:

"خواب میں اس نے دیکھا کہ ایک جنگلی کبوتر اڑتا ہوا آیا اور بی بی کے سر پر بیٹھ گیا۔ اس کی چونچ میں چنبیلی کی ایک کلی تھی۔"(۳۵)

اللہ دتہ نے اس خواب کی یہ تعبیر نکالی کہ انشاء اللہ لڑکی ہوگی اور پھر کچھ عرصہ بعد بی بی کے ہاں ایک خوبصورت بچی کا جنم ہوا۔ جب کہ فاہیان کے طویل اور دشوار گزار سفر کی بنیاد ہی اس کا وہ خواب ہے جس میں گوتم بدھ اسے بدھ مت کی تعلیمات، اصولوں اور روایتوں کو تلاش کرنے ہندوستان جانے کا حکم دیتا ہے۔

خوابوں کا پیچھا کرنے اور جی جان سے دعائیں مانگنے کے بعد احمد عقیل روبی کے ناولوں کے کردار مسئلہ جبر وقدر میں جبر یعنی تقدیر کے قائل ہیں:

"ہمیں وہی ملے گا جو ہمارے مقدر میں ہے۔"(۳۶)

ایسا نہیں کہ ان کے ناولوں کے کردار حرکت و عمل سے عاری ہیں۔ "بی بی" کی پوری زندگی جدوجہد کا استعارہ ہے۔ "پروفیسر رمزے" سچ کی تلاش میں گھپا میں گھس جاتے ہیں۔ "زورا"، "کمالا" اور "نمیرا" غیروں کی سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں۔ "منگو" اور "گوگیہ" استحصالی نظام کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کرتے ہیں۔ "فاہیان" ۶۵ سال کی عمر میں دنیا کے دشوار گزار سفر پر نکلتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے۔ جب کہ دنیا کا آخری انسان سات سال مسلسل حرکت میں رہتا ہے۔ ویران دنیا کو پھر سے آباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بنجر زمین کو ہموار کرتا ہے، اس میں بیج بوتا ہے اور پھر آسمانوں کی طرف منہ کر کے کہتا ہے:

"ہم سے جو ہو سکا ہم نے کیا اب تیری مرضی۔"(۳۷)

احمد عقیل روبی کی ناول نگاری کا جائزہ لیا جائے تو ان میں مختلف مذاہب کے دیومالائی کرداروں اور تلمیحات کا تذکرہ ملتا ہے جیسے کوہِ طور، پلِ صراط، یم راج، ہنومان، سیتا، کیوپڈ، سائکی، پرومیتھی لیس اور اپالو۔ ان کی ناول نگاری میں بہت سے حوالے اور واقعات براہ راست مذہب سے عبارت ہیں۔ جیسا کہ ناول "چوتھی دنیا" میں آخری زندہ بچ جانے والا انسان جب بن مانسوں کے قید میں ہوتا ہے تو وہ انہیں سزائے موت دینے کا مطالبہ کرتے ہیں:

"موت کی سزا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ انسانوں کی نسل کا آخری انسان ہے۔ یہ زندہ رہا تو اس نسل کے آگے بڑھنے کا خطرہ ہے۔ یہ نسل پھر پھلی پھولی تو خدا کی زمین پر فساد اور قیامت برپا کرے گی۔"(۳۸)

قرآن الکریم میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے:

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں، تو انھوں نے کہا کہ تو اس میں ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا، جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔"(۳۹)

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو تعظیمی سجدہ کیا جائے۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ ابلیس نے انکار کی وجہ حضرت آدم علیہ السلام کا خاکی اور بشر ہونا بتلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے راندۂ درگاہ کیا اور جنت سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس پر ابلیس کا جواب تھا:

"کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے رستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے گناہوں کو مزین کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا۔"(۴۰)

"جنگل کتھا" کے تمثیلی اسلوب میں یہی روایت بدھ مت کی تعلیمات کی روشنی میں احمد عقیل روبی نے کچھ اس طرح بیان کی ہے:

"یہ تیرا بھگت جو برگد کے نیچے تیری تلاش میں نکلا ہے۔ تجھے اس پر بڑا اعتماد ہے۔

دیوتا نے کہا، ہاں یہ میری تلاش میں نکلا ہے اور یہ مجھے ایک دن پالے گا، اسے دنیا کی لوبھ، لالچ گمراہ نہیں کر سکتا۔

اگر میں کر دوں۔ بندر نے کہا

یہ تیرا خیالِ خام ہے۔

اجازت ہو تو میں اس خیالِ خام کو سچ کر دکھاؤں۔۔۔ بس ایک درخواست ہے۔۔۔ مجھے شکتی دے کہ میں صدیوں کی طوالت کو لمحوں میں سمیٹ سکوں۔"(۴۱)

زیادہ تر مذہبی روایتیں، اساطیر اور کہانیاں تھوڑے بہت ردوبدل کے ساتھ بیشتر مذاہب میں تقریباً ایک جیسی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ معراج کا واقعہ ہے۔ احمد عقیل روبی "فاہیان" میں لکھتے ہیں:

"گوتم نے سوچا جس ماں نے مجھے اپنی کوکھ میں پالا ہے مجھے اس کو بھی بدھ مت کا درس دینا چاہیے۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کو بدھ مت کی تبلیغ کرنے کے لیے آسمان پر چلے گئے۔"(۴۲)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو احمد عقیل روبی ایک ایسے ناول نگار ہیں جن کے ہاں سیاسی بصیرت گہری اور وسیع ہے۔ برصغیر میں انگریز سماج کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت آمد، تحریکِ آزادی، تقسیمِ ہند،عالمی سیاسی امور اور پاکستان میں جمہوری اقدار ان کے ناولوں کے مضبوط سیاسی حوالے ہیں جبکہ ان کا تصورِ مذہب بہت حد تک روایتی ہے۔انھوں نے مذہبی قصص اور اساطیری حوالوں کو شعوری طور پر اپنے ناولوں کا حصہ بنایا ہے اور مختلف مذاہب میں مقبول روایتوں کو اپنے مخصوص داستانوی انداز میں بیان کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

۱۔ احمد عقیل روبی، آدھی صدی کا خواب، الحمد پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۹۷ء، ص۹۸

۲۔ ایضاً، ص۹۷

۳۔ ایضاً، ص۱۰۲

۴۔ ایضاً، ص۱۹۷

۵۔ احمد عقیل روبی، تین شاہکار ناولٹ، الوقار پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۴ء، ص۳۱۲

۶۔ ایضاً، ص۳۶۹

۷۔ ایضاً، ص۳۶۸

۸۔ احمد عقیل روبی، بنجر دریا، عمیر پبلشرز،لاہور،۱۹۹۸ء، ص۸۳

۹۔ ایضاً، ص۸۴

۱۰۔ احمد عقیل روبی، آدھی صدی کا خواب، ص۲۲۳

۱۱۔ ایضاً، ص۱۳۶

۱۲۔ ایضاً، ص۱۸۰

۱۳۔ ایضاً، ص۸۵

۱۴۔ ایضاً، ص۱۳

۱۵۔ احمد عقیل روبی، چوتھی دنیا، الحمد پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۹۶ء، ص۷۰

۱۶۔ ایضاً، ص۳۲

۱۷۔ احمد عقیل روبی، فاہیان، الفیصل ناشران،لاہور، س ن، ص۸۳

۱۸۔ احمد عقیل روبی، آدھی صدی کا خواب، ص۹۱

۱۹۔ ایضاً، ص۸۸

۲۰۔ خالد اشرف،ڈاکٹر، برصغیر میں اردو ناول، نصرت پبلشر، لکھنؤ،۱۹۹۵ء، ص۱۶۲

۲۱۔ احمد عقیل روبی، آدھی صدی کا خواب، ص۱۱۶

۲۲۔ احمد عقیل روبی، تین شاہکار ناولٹ، ص۳۳۴

۲۳۔ احمد عقیل روبی، بنجر دریا، ص۱۱

۲۴۔ ایضاً، ص۱۳

۲۵۔ ایضاً، ص۲۳

۲۶۔ ایضاً، ص۱۴

۲۷۔ ایضاً، ص ۱۵
۲۸۔ ایضاً، ص ۴۳
۲۹۔ ایضاً، ص ۱۰۸
۳۰۔ ایضاً، ص ۱۰۹
۳۱۔ احمد عقیل روبی، تین شاہکار ناولٹ، ص ۳۳۰
۳۲۔ احمد عقیل روبی، آدھی صدی کا خواب، ص ۷۱
۳۳۔ احمد عقیل روبی، چوتھی دنیا، ص ۷۰
۳۴۔ احمد عقیل روبی، آدھی صدی کا خواب، ص ۸۷
۳۵۔ ایضاً، ص ۸۴
۳۶۔ احمد عقیل روبی، بنجر دریا، ص ۹
۳۷۔ احمد عقیل روبی، چوتھی دنیا، ص ۱۳۴
۳۸۔ ایضاً، ص ۹۰
۳۹۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۳۰
۴۰۔ القرآن، سورۃ الحجر، آیت ۳۹
۴۱۔ احمد عقیل روبی، تین شاہکار ناولٹ، ص ۳۲۳۔۳۲۴
۴۲۔ احمد عقیل روبی، فاہیان، ص ۳۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1. Ahmad Aqeel Rubi, Aadhi Sadi ka Khawab, Alhamd Publications, Lahore,1997, P 98
2. Ibid, P 97
3. Ibid, P 102
4. Ibid, P 197
5. Ahmad Aqeel Rubi, Teen Shahkar Novelette, Al Waqar Publications, Lahore, 2004, P 312
6. Ibid, P 369
7. Ibid, P 368
8. Ahmad Aqeel Rubi, Banjar Dariya, Umair Publishers, Lahore, 1998, P 83
9. Ibid, P 84
10. Ahmad Aqeel Rubi, Aadhi Sadi ka Khawab, P 223
11. Ibid, P 136
12. Ibid, P 180
13. Ibid, P 85
14. Ibid, P 13
15. Ahmad Aqeel Rubi, Chothi Duniya, Alhamd Publications, Lahore, 1996, P 70
16. Ibid, P 32
17. Ahmad Aqeel Rubi, Fahiyan, Al Faisal Nashran, Lahore, P 83
18. Ahmad Aqeel Rubi, Aadhi Sadi ka Khawab, P 91
19. Ibid, P 88
20. Khalid Ashraf, Dr., Bar e Saghir main Urdu Novel, Nusrat Publishers, Lakhnawo,1995, P 162
21. Ahmad Aqeel Rubi, Aadhi Sadi ka Khawab, P 116

22. Ahmad Aqeel Rubi, Teen Shahkar Novlett, P 334
23. Ahmad Aqeel Rubi, Banjar Dariya, P 11
24. Ibid, P 13
25. Ibid, P 23
26. Ibid, P 14
27. Ibid, P 15
28. Ibid, P 73
29. Ibid, P 108
30. Ibid, P 109
31. Ahmad Aqeel Rubi, Teen Shahkar Novelette, P 330
32. Ahmad Aqeel Rubi, Aadhi Sadi ka Khawab, P 71
33. Ahmad Aqeel Rubi, Chothi Duniya, P 70
34. Ahmad Aqeel Rubi, Aadhi Sadi ka Khawab, P 87
35. Ibid, P 84
36. Ahmad Aqeel Rubi, Banjar Dariya, P 9
37. Ahmad aqeel Rubi, Chothi Duniya, P 134
38. Ibid, P 90
39. Al Quran, Al Baqra, Verse 30
40. Al Quran, Al Hajr, Verse 39
41. Ahmad Aqeel Rubi, Teen Shahkar Novelette, P 323-324
42. Ahmad Aqeel Rubi, Fahiyan, P 37